UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

تقسیمِ میراث سے متعلق شرعی احکام اور مروجہ رسومات کا تحقیقی جائزہ

An Investigation to the Dissemination of Inheritance from the Perspective of Shariah and Contemporary Rituals

Zia-Ud-Din
Lecturer Islamic Studies, University of Swat, Ph.D Scholar, University of Malakand,
Email: ziaud_din@hotmail.com

Haroon Ur Rashid
Lecturer Islamic Studies, University of Malakand

Abstract

Islam being the complete code of Life, it not only encompasses the Religious, Political and psychological aspects but also covers the socio-economic aspects of human life as well. Unfortunately today's Muslims have deviated from the right path of Islam, thus deprived woman and other inheritors from inheritance under the garb of contemporary rituals and customs. In this Article it is investigated that how woman and other inheritors had been deprived from inheritance in Jahilliah, and how they are deprived in contemporary and civilized world in the name of invalid rituals and customs. It is found that in our Pakhtoon society we are not disseminating the inheritance as per divine rules, resulting disharmony and chaos in the society. Through effective legal mechanism the rights of inheritance of the deprived segment of the society can be insured.

Key Notes: Inheritance, contemporary rituals, deprivation of woman, widows, Pakhtoon society etc.

تعارف:

آج کے تہذیبِ یافتہ معاشرے میں جس طرح لوگوں نے اسلام کے دوسرے احکام پسِ پشت ڈال کر ان پر عمل نہیں کرتے، اسی طرح میراث کے منصوص احکام کو بھی اسلامی معاشرے اور بالخصوص پختون معاشرے میں یا تو مکمل طور پر ترک کیا جاتا ہے یا اس کے کچھ اصولوں کو قصداً نظر انداز کیا جاتا ہے، اور شرعی ورثاء کو مختلف حیلوں سے میراث سے محروم کرتے ہیں۔ مثلاً میراث صرف مردوں تک محدود رکھنا، رسم جہیز یا دیگر وجوہات کی بناء پر عورتوں کو میراث سے کلی طور یا جزوی طور پر محروم رکھنا، اولاد کو عاق کرنا، بیوہ اور یتیم کا حق میراث کفالت کی مد کرنا وغیرہ۔ جس طرح آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے مرنے والے کا مال صرف مرد لیتے تھے اور یتیم بچوں، بیوہ اور دیگر عورتوں کو محروم کرتے تھے۔ آنے والے آرٹیکل میں میراث اور اس کی صحیح تقسیم کرنے کی اہمیت کے بارے میں آیاتِ کریمہ اور روایات ذکر کریں گے، تاکہ انسان اپنے آپ کو جاہلی تہذیب سے نکال کر اسلام کے پاکیزہ اصولوں پر عمل پیرا ہو جائے۔

میراث کی لغوی معنٰی:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

میراث ورِث یرِثُ ارثًا ومیراثًا سے ماخوذ ہے لغت میں ایک شخص سے کسی چیز کا دوسرے کی طرف منتقل ہونا[1]۔

میراث کی اصطلاحی تعریف:

"ھو علم باصولٍ من فقهٍ وحسابٍ تُعرف حق کلٍّ من الترکة[2]"

علم میراث فقہ وحساب کے ان قواعد کا جاننا ہے جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جائے۔

ترکہ کی تعریف:

الترکة فی اللغة مایترکه الشخص ویبقیه [3]۔یعنی ہر وہ چیز جس کو کوئی شخص چھوڑ جائے۔

"ما ترکه المیّتُ من الاموال صافیًا عن تعلق حقّ الغَیر بعینٍ من الاموال[4]"۔

اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال جو میت مرتے وقت چھوڑ جائے جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو۔

اس تعریف کی رو سے جو مال میت کے ملک میں ہو، اسی میں میراث جاری ہو گی۔ جو چیز اس کے قبضہ میں تو ہو، مگر اس کی مملوک نہ ہو تو وہ ترکہ میں شامل نہیں۔ مثلاً جو چیزیں میت کے پاس بطور امانت، رہن یا غصب موجود ہوں، تو وہ ترکہ میں شامل نہ ہو گی کیونکہ میت کی ملکیت نہیں ہیں۔ یہ اشیاء پہلی فرصت میں ان کے حقداروں کو حوالہ کیا جائے گا۔ وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں، کیونکہ ان اشیاء کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہے۔ اسی طرح موت کے وقت کی ملیکت معتبر ہو گی۔ لہٰذا اگر موت سے چند ساعات پہلے کوئی چیز اپنی ملک سے نکال دی تو وہ ترکہ میں شامل نہیں رہے گی، مثلاً کسی چیز کو بیچ دیا ہو یا ہبہ کر کے قبضہ موہوب لہ کو دیا جائے۔ جس چیز کے عین کے ساتھ کسی کا حق متعلق ہو تو وہ ترکہ میں شامل نہیں ہو گی، مثلاً میت نے معین مکان کو اپنی بیوی کے لئے حق مہر بنا دیا تو اب اس مکان کے ساتھ بیوی کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے اسے ترکہ میت سے خارج کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس میں میراث جاری نہیں ہو گی، وہ بیوی کو حوالہ کیا جائے گا۔

علم المیراث کی فضیلت:

اس علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ مستقل ایک رکوع میں احکامِ میراث تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں[5]۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:

"عن ابن مسعودٍ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّمَ تعلموا العلمَ وعلّموه الناس تعلّمواالفرائض وعلّموھا الناس تعلّمُوالقرآن وعلموه الناس فانی امرا ؤ مقبوض والعلم سیقبض وتظھرالفتن حتی یَختلِف اثنان فی فریضةٍ لایجدان احدًا یفصلُ بینھما[6]"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خود بھی علم سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھلاؤ اور خود بھی علم فرائض سیکھو اور لوگوں کی کیونکہ میں وفات ہونے والا ہوں اور علم

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

عنقریب قبض ہو جائے گا، اور بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حتیٰ کہ وہ دو شخص ترکہ کے مسئلے میں جھگڑا کرتے ہوں گے اور ان کو کوئی ایسا عالم دستیاب نہ ہو گا جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔

علم المیراث کی شرائط:

علم المیراث کی شرائط تین ہیں[7]۔

1۔ مورِث (میت) کے موت کا یقین ہو نا خواہ حقیقۃً ہو یا حکمًا یا تقدیرًا۔ موت حقیقی جیسے سب کے سامنے فوت ہو جائے۔ موت حکمی: جیسے قاضی مفقود یعنی گمشدہ شخص کی موت کا حکم دے۔ موت تقدیری: جیسے حاملہ عورت کو کوئی شخص مارے اور اس مار سے بچہ پیٹ سے مردہ پیدا ہو۔

2۔ مورِث کی موت کے وقت وارث کا یقینی زندہ ہو نا خواہ حقیقۃً ہو یا حکمًا۔ حقیقی وارث جیسا کہ مورث کی موت کے وقت وارث زندہ موجود ہو۔ اور حکمًا سے مراد وارث کا مفقود یا حمل ہو، تو اس کا زندہ ہو نا چونکہ یقینی نہیں اس لئے اس کا حصہ موقوف رکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا زندہ ہو نا یقین سے ثابت ہو جائے۔

3۔ جہتِ وراثت کی واقفیت: یعنی یہ جاننا کہ کس جہت سے وہ وارث بن رہا ہے قرابت کی وجہ سے یا نکاح کی وجہ سے یا ولاء کی وجہ سے۔ جاہلیت کے دور میں جن اسباب کی وجہ سے آدمی کو میراث ملتی تھی، ان میں پہلا سبب نسب کا تھا۔ نسب کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ دوسرا سبب معاہدہ تھا۔ تیسرا سبب منہ بولا بیٹا وارث بنتا تھا[8]۔ لیکن اسلام نے ان میں سے نسب کو لے لیا اور باقی دونوں پر رد کیا جیسا کہ ما قبل تفصیل سے گزرا۔

موانع ارث:

یعنی وہ اسباب جن کی وجہ سے آدمی قیامِ سبب کے باوجود حکم منتفی ہو جاتا ہے۔ وہ اسباب چار ہیں[9]۔

1۔ غلامی:

خواہ کامل ہو جیسے قن (جو نسل در نسل غلام ہو) اور مکاتب (جس پر آزادی کے لئے آقا کچھ رقم مقرر کر دے)، یا غلامی ناقص ہو جیسے مدبر (جسے مولی کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) یا ام ولدہ (وہ باندی جس کے بطن سے آقا کی اولاد ہو)

2۔ قتل:

مورث کا ایسا قتل جو قصاص یا کفارہ واجب کر دے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "القاتل لایرث"[10]۔ قاتل وارث نہیں ہوتا۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے: "من استعجل بالشئی قبل اوانہ عوقب بحرمانہ"[11]۔ جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے لینا چاہے تو وہ بطور سزا اس چیز سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اگر قاتل کو وراثت سے محروم نہ کیا جائے گا تو لوگ میراث کی خاطر مورث کو قتل کریں گے اور نظامِ عالم تہ و بالا ہو جائے گا۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

3۔ اختلافِ دین:

اس سے مراد موارث اور وارث کاالگ الگ مذاہب پر ہونا ہے یعنی ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو، تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتےاس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایرِثُ المسلم الکافرولا لا کافرالمسلمَ"[12]۔ مسلمان کافر کااور کافر مسلمان کاوارث نہیں بنتا۔ اسی طرح ایک اور ارشاد مبارک ہے: لایتوارثُ اھل ملتین شتی"[13]۔ دومختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے، (اس سے مراد مسلم اور کافر ہے) اس لئے کہ تماکفر ایک ملت ہے۔

4۔ اختلاف دارین:

یعنی میت اور وارث کے ممالک الگ الگ ہوں اوران ممالک میں باہم صلح بھی نہ ہوتو یہ بھی میراث کے لئے مانع ہے، اورایسے دوافراد ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔ لیکن یادرہے کہ یہ حکم کفار کے لئے ہے، مسلمان چاہے دنیاکے کسی بھی کونے میں ہوان کواپنے رشتہ دار کی وراثت ملے گی۔ ان چار موانع میں سے غلامی اوراختلاف دارین آج کل مفقود ہیں۔

ترکہ سے متعلق حقوق:

ترکہ سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں[14]۔

1۔ سب سے پہلے ترکہ سے میت کی تجہیز کی جائے جس میں نہ اسراف کیاجائےاورنہ بخیلی سے کام لیاجائے، بلکہ معروف طریقہ پر خرچ کیاجائے۔

تجہیز کی تعریف:

مایحتاج الیه المیت من حین الموت الی الدفن[15]۔ میت کی موت سے لے کر دفن تک جتنے بھی اخراجات ہوا س کوترکہ سے پورا کیاجائے گا۔

2۔ کفن دفن دے فارغ ہونے کے بعد باقی ترکہ میت کاقرضہ اداکیاجائے۔ بندوں کاقرض مقدم ہے اللہ تعالیٰ کے قرض پر کیونکہ

"یَاأَیُّھَاالنَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءِاِلَی اللَّہِ وَاللَّہُ ھُو الغَنِيُّ الحَمِیدُ[16]"۔

پھر بندوں کے قرض میں زمانہ صحت کاقرض مقدم ہے زمانہ مرض کے قرض پر۔

3۔ تیسرے نمبر پر وصیت کا ہے، اگر میت نے کوئی جائز وصیت کی ہے، خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے، قرضہ کی ادئیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی تہائی سے اس کو نافذ کیاجائے گا۔

وصیت کا حکم:

اللہ تعالیٰ حکیم وعلیم ذات ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس لئے اپنی حکمت وعلم کے پیشِ نظر زمانہ جاہلیت کی رسموں کی اصلاح کے سلسلے میں تدریجاًاحکام نازل فرمائے، اس سلسلے میں

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

سب سے پہلے یہ حکم نازل فرمایا کہ ہر شخص موت سے پہلے اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے اپنی رائے سے مناسب وصیت کرے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"كُتِبَ عَلَيكُم اذَا حَضرَ أَحَدَكُمُ الْموتُ ان تَرَكَ خَيْرًا الوَصِيَّةُ لِلوَالِدَينِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ[17]"۔

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقہ پر وصیت کرے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ[18] اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اسلام کی ابتداء میں جب تک میراث کے حصے شرع سے مقرر نہ ہوئے تھے، یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک تہائی تک میت اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے، اتنا ان لوگوں کا حق تھا باقی جو کچھ رہتا وہ سب اولاد کا حق ہوتا تھا۔ پھر اس حکم کے تین اجزاء تھے، ایک اولاد کے لئے دوسرے ورثہ کے حصص وحقوق ترکہ میں معین نہ ہونا، دوم اقارب کے لئے وصیت کا واجب ہونا، تیسرے ثلثِ مال سے زیادہ وصیت کی اجازت نہ ہونا۔ آیت کریمہ کا پہلا جزؤ تو آیتِ میراث سے منسوخ ہے۔ دوسرا جزؤ حدیث سے منسوخ ہے، یعنی شرعی وارث کے لئے مالی وصیت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن ابنِ عباسٍ قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لا وصيّةَ لوارثٍ[19]"۔

ابن عباسؓ[20] سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے، اور تیسرا جزؤ اب بھی باقی ہے ثلث سے زائد میں بالغین ورثہ کے رضا کے بغیر وصیت باطل ہے۔ وصیت کے اہمیت کے بارے میں حدیث مبارک ہے:

"عن عبدالله بن عمر ان رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قال ما حق امرئٍ مسلم له سئ يُوصى فيه بيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده[21]"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما[22] سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لئے یہ بات ٹھیک نہیں کہ دو راتیں گذر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح وصیت کے اہمیت کے بارے میں دوسرا حدیث مبارک ہے:

"عن جابرٍ بن عبدِ الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَن ماتَ على وصيّةٍ ماتَ على سبيل وسُنةٍ وماتَ على تقى وشهادةٍ وماتَ مغفورًا له[23]"۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ[24] سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو وصیت موت پر آئی یعنی وصیت کر کے مرا، وہ صحیح راستہ اور سنت پر مرا، اور تقوی اور شہادت پر مرا، اور بخشا ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔ جس طرح وصیت کے حوالے سے احکام بتدریج نازل ہوئے ان پر عمل ہوتا گیا، اسی طرح

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

میراث کے حوالے سے بھی احکامات تدریجاً نازل ہوئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا یہ حکم نازل ہوا کہ میراث جیسا کہ مردوں کا حق ہے، اسی طرح عورتوں کا بھی حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

"لِّلرِّجَالِ نَصيِبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[25]"۔

مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس مال میں جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائے، خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ حصہ بھی ایسا جو قطعی طور پر مقرر ہے۔ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے، کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ [26] کا انتقال ہوا تو انہوں نے ورثاء میں اپنی بیوی اور تین بیٹیاں چھوڑیں، حضرت اوس بن ثابتؓ کے چچازاد بھائی سوید اور عرفجہ جوان کے وصی بھی تھے انہوں نے سارا مال خود لے لیا، اور اوس بن ثابتؓ کی اہلیہ اور بیٹیوں کو جائیداد میں حصے سے محروم کر دیا۔ چنانچہ حضرت اوس بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اپنے گھر لوٹ جاؤ جب تک اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آئے تم صبر کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور سے اس آیت کریمہ میں زمانہ جاہلیت کے اس عمل کی نفی فرمائی اور میراث میں عورتوں کا حصہ ہونے کا حکم بھی ارشاد فرمایا کہ میراث صرف مردوں کا حق نہیں بلکہ اس عورتوں کا بھی حق ہے، اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے سوید اور عرفجہ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میراث میں عورتوں کا حصہ مقرر فرمایا ہے، لہٰذا تم اوس بن ثابتؓ کے مال کو بحفاظت رکھنا، اس میں سے کچھ خرچ نہ کرنا، یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[27]۔ تفسیر مظہری میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں، کہ اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور عورتوں کا حصہ ابھی تفصیلی طور سے بیان نہیں کیا گیا تھا، دوسرا واقعہ پیش آیا، تین ہجری میں احد کی لڑائی میں جلیل القدر صحابی سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ[28] شہید ہوئے، اس کی شہادت پر حسبِ دستور بھائیوں نے تمام مال وجائیداد پر قبضہ کر لیا اور اس کی اہلیہ اور بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیا، حضرت سعدؓ کی اہلیہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا کہ سب مال اس کے چچا نے لیا ہے، تو آپ ﷺ نے اس کو بھی یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ صبر کرو عنقریب اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمادیں گے، اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان کرنے کے لئے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا:

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ[29]"۔

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کو صراحتًا حکم دیا ہے کہ جس طرح میراث میں بیٹوں کو حق ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے، اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ کے بھائی کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

کے مال میں سے دو تہائی اپنے بھتیجیوں کو اور آٹھواں حصہ ان کی مال کو دو، اور باقی مال تمہارا ہے، اسلام میں میراث کے قانون کے موافق سب سے پہلے حضرت سعدؓ کی میراث تقسیم ہوئی[30]۔

4۔ مذکورہ تین مراحل طے کرنے کے بعد باقی ترکہ ورثاء کے درمیان قرآن وحدیث اور اجماع امت کی اصول کے موافق تقسیم کیا جائے گا۔

عورتوں کے حصوں کے بیان کرنے میں قرآن کریم کا اسلوب: اللہ تعالیٰ نے میراث کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے "للذکرمثل حظ الانثیین" یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے "للانثیین مثل حظ الذکر" نہیں فرمایا کہ دو لڑکیوں کو ایک لڑکے جتنا حصہ ملے گا۔ علامہ آلوسیؒ[31] نے روح المعانی میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "للذکرمثل حظ الانثیین" فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب والے صرف لڑکوں کو حصہ دیا کرتے تھے، لڑکیوں کو نہیں دیتے تھے، ان کی اس بری عادت پر رد اور لڑکیوں کے معاملے میں اہتمام کے لئے فرمایا کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، گویا یہ بھی فرمایا کہ صرف لڑکوں کو حصہ دیتے ہو، ہم نے ان کا حصہ دگنا کر دیا ہے لڑکیوں کے مقابلے میں لیکن لڑکیوں کو بھی حصہ دینا ہو گا، ان کو میراث سے محروم نہیں کیا جائے گا[32]۔ احکام القرآن میں اس آیت کریمہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

یہ آیتِ کریمہ ارکان دین میں سے ہے اور دین کے اہم ستونوں میں سے ہے اور امہات آیات میں سے ہے، اس لئے کہ میراث کا بہت عظیم مرتبہ ہے، یہاں تک کہ یہ ثلث علم ہے[33]۔ اس آیت کریمہ میں میراث کے احکام بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ[34]۔ یہ میراث کے احکام اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ حدود ہیں ان حدود پر عمل کرنے والوں کے لئے انعام واکرام کے طور پر فرمایا:

(ترجمہ): جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنت میں داخل فرمائیں گے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور اگلے آیتِ کریمہ میں میراث کے سلسلے میں اللہ کے بیان کردہ احکامات پر عمل نہ کرنے والوں کے لئے آگ اور ذلت کا عذاب ہو گا، ارشاد خداوندی ہے:

"وَمَن يَعصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَه عَذَابٌ مُّهِينٌ[35]"۔

جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کے بیان کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے، اللہ اس کو آگ میں داخل کر دیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت آمیز عذاب ہو گا۔

اب یہاں پر یہ سوال کہ مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنا حصہ کیوں ملتا ہے؟

اس کے کئی اسباب ہیں جیسے مرد پر مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مثلاً اس کے کاندھوں پر بیوی، بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اس طرح محرم رشتہ داروں کی ذمہ داری بھی اس کے سر رکھی گئی ہے، جبکہ عورت کے کاندھے کو مالی ذمہ داریوں سے بوجھل نہیں کیا گیا، بلکہ شادی سے پہلے اس کے اخراجات کی ذمہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

داری باپ پر ڈالی گئی ہے، باپ موجود نہ ہونے کی صورت میں بھائی پر اس کے ضروری اخراجات پورا کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، شادی کے بعد شوہر کے ذمہ اس کا نان ونفقہ کا انتظام رکھا گیا ہے، شوہر کے انتقال ہو جانے کی صورت میں بیٹوں کو ماں کی ضروریات پورا کرنے کا پابند بنایا گیا ہے، بلکہ اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو شریعت نے نہ صرف اس کو مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے، بلکہ مہر کے ذریعہ ایک معتد بہ رقم شوہر کی جانب سے دے کر بھی اس پر احسان کیا ہے، لہٰذا یہ کہنا کسی بھی طرح درست نہ ہو گا کہ دین اسلام نے عورت پر تقسیم میراث کے معاملہ میں ظلم وزیادتی کی ہے یہ سراسر ناانصافی اور اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈہ ہے۔

اپنے حیات ہی میں مال وجائیداد کی تقسیم:

بعض لوگ اپنی زندگی ہی میں اپنا مال وجائیداد اولاد کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں، ہمارے پختون معاشرے اور خاص کر ملاکنڈ ڈویژن میں یہ بات خاص طور پر دیکھنے میں آئی ہے کہ صرف بیٹوں کو حصہ دیا جاتا ہے اور بیوی اور بیٹیوں کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ بعض لوگ ویسے ہی محروم کر دیتے ہیں، جب کہ بعض لوگ بیٹیوں کو حج کروانے کا لالچ دے کر حصہ سے محروم کرتے ہیں، جبکہ بعض لوگ شادی کے موقع پر اپنی بیٹیوں کو جہیز دے کر میراث کے حصے سے محروم کرتے ہیں، ان لوگوں کو صحت کی حالت میں اگرچہ اپنے مال میں تصرف کا مکمل اختیار ہے، لیکن ان کا یہ عمل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، آپ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا اور کچھ چھینٹیں مجھ پر مارا، مجھے کچھ افاقہ ہوا، میں نے پوچھا کہ میں اپنی اولاد کے درمیان اپنا مال کیسے تقسیم کروں؟ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[36]۔ اس آیتِ کریمہ میں والدین کو حکم دیا گیا ہے کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی مال میں سے حصہ دو۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بعض لوگ سارا عمر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہتا ہے، لیکن موت کے وقت وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں یعنی کسی شرعی عذر اور وجہ کے بغیر کسی حیلے سے یا تو حق داروں کا حصہ کم کر دیتے ہیں یا مکمل حصے سے محروم کر دیتے ہیں ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سیدھا جہنم میں پہنچا دیتا ہے[37]۔ میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کے سلسلے میں حیلے بہانوں سے کام لینے والوں کی عمر بھر کی عبادتیں، نماز، حج، زکوۃ، تبلیغ اور دیگر اعمال ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، بلکہ ایسے شخص کے بارے میں جہنم کی سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کی ارشاد مبارک ہے:

من قطع میراثا فرضه الله قطع الله میراثه من الجنة[38]۔ جو شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ میراث کو ختم کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث ختم کر دیتے ہیں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

جس طرح یہ عادات ہمارے مروجہ معاشرے میں نفوذ کر چکی ہیں اسی طرح یہ عادات اسلام سے قبل دور جاہلیت کی زمانہ میں بھی بیٹوں کو حصہ دے کر بیٹیوں کو محروم کرنا یا بھائی اور چچا کا خود لے کر عورتوں کا محروم کرنا، یہ زمانہ جاہلیت کے کفار کا طرزِ عمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پسِ پشت ڈال کر ایک کافرانہ رسم پر عمل کرنا کوئی معمولی خطا نہیں ہے، نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجے کا جرم ہے بلکہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے[39]۔ میراث کا علم شریعت میں یہ صرف مطلوب ہے بلکہ اس کی بہت زیادہ اہمیت بھی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے نصف علم قرار دیا ہے:

"عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال تعلموا الفرائض وعلموه الناس فإنه نصف العلم وهو أول شيء ينسى وهو أول شيء ينتزع من أمتي[40]"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میراث کے مسائل سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ بے شک یہ نصف علم ہے اور یہ سب سے پہلے بھلایا جائے گا اور یہ سب سے پہلے میری امت سے اٹھایا جائے گا۔

اپنے اولاد کو اپنے مال سے عاق کرنا:

ہمارے پختون معاشرے میں اور ملاکنڈ ڈویژن میں بالخصوص یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض والدین اپنے اولاد کو اپنے جائیداد سے عاق کرتے ہیں۔ البتہ عاق کرنے کا شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد وارث کا استحقاق خود ثابت ہوتا ہے اس لئے اگر کسی مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کر دیا کہ میں اپنے فلاں وارث سے فلاں وجہ سے ناراض ہوں وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رہے گا، میں اس کو عاق کرتا ہوں تب بھی وہ شرعًا محروم نہیں ہوگا اور اس کا حصہ مقررہ اس کو ملے گا کیونکہ میراث کی تقسیم نفع پہچانے یا خدمت گزاری کی بنیاد پر نہیں۔ لہٰذا کسی بھی وارث کو محروم کرنا درست نہیں ہے ایسی تحریر کا شرعا کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ نافرمان بیٹے یا کسی دسورے فاسق وفاجر وارث کو محروم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ شخص اپنی صحت و تندرستی کے زمانہ میں کل مال کو دوسرے ورثاء میں شرعی طور پر تقسیم کر کے اپنی ملکیت سے خارج کر دے تو اس وقت جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث کا حکم جاری ہوگا اور نہ کسی کو حصہ ملے گا[41]۔ کیونکہ میراث سے متعلق احکام وفات کے بعد کے ہیں زندگی میں اگر کوئی شخص بحالت صحت اولاد میں مال تقسیم کرنا چاہے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ بیٹے اور بیٹی کو مساوی طور پر حصہ دیا جائے اور اگر اولاد میں سے کسی کو اس کے تقویٰ یا دینداری یا حاجت مندی یا والدین کی خدمت گزاری کی وجہ سے نسبتًا زیادہ حصہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اولاد بے دین فاسق وفاجر ہو اور مال دینے کی صورت میں بھی اس کی اصلاح کی امید نہ ہو تو انہیں صرف اتنا مال کہ جس سے وہ زندہ رہ سکیں دینے کے بعد بقیہ مال نیکیوں میں خرچ کرنا افضل ہے[42]۔ یہ بھی ہمارے معاشرے میں ہوتا ہے کہ وارثین آپس میں جائیداد کی تقسیم کے لئے لالچ کی بنیاد پر میراث میں ایک دوسرے کے حق کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ سراسر ناانصافی ہے۔ مناسب طریقہ یہ ہے کہ میراث وارثین میں شرعی طریقے سے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

تقسیم کر کے ہر وارث کو مالک بنایا جائے اور اگر اس کے بعد وہ اپنا حق کسی کو بخش دیتا ہے تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ زندگی میں بحالت صحت تو اختیار ہے لیکن مورث کے مرنے کے بعد کسی وارث کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔

ورثاء کے لئے مال چھوڑنا:

اپنی اولاد اور ورثاء کے لئے مال چھوڑنا بھی ثواب کا کام ہے۔ امام بخاریؒ [43] نے الجامع الصحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتحِ مکہ والے سال میں ایسا بیمار ہوا کہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی موت آنے والی ہے، آپ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سا مال ہے، تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میں نے عرض کیا آدھے مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تہائی کی وصیت کر سکتے ہو اور تہائی مال بھی بہت ہے، اور پھر فرمایا:

"إنكَ ان تدع ورثتك اغنياء خير من ان تدعهم عالة يتكففون النَّاس فی ايديهم"[44]۔

تم اپنے ورثاء کو مال داری کی حالت میں چھوڑ جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں فقر کی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔

جہیز کے نام پر بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنا:

ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کی نکاح کروانا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ بیٹیوں کو بیاہنے کے لئے بیٹی کے اولیاء رخصتی کے وقت دلہن کے ساتھ جہیز کے نام پر بہت سارا سامان بیجھے گا اور دلہا کو قیمتی تحائف سے نوازے گا۔ یعنی مختصراً بیٹی کی رخصتی پر لاکھوں خرچ کرے گا اور اسے جہیز کو بہن اور بیٹی کا مکمل حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ ماں باپ پر بیٹی کی اچھی تربیت اور اس کے لئے مناسب رشتہ کروانا ہے نہ کہ اس کے شوہر کے گھر میں جہیز کے نام پر تحفے تحائف یا دیگر سامان بیجنا۔ یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے مہر کے علاوہ گھریلو سامان کا انتظام کریں۔ ان رسومات اور جہیز کی ادائیگی کی آڑ میں ہمارا معاشرہ بہن اور بیٹی کو میراث سے محروم کرتی ہے اس لئے کہ ورثاء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حصہ تو بیٹی پرائے گھر میں لی جاتی ہے۔ اسی طرح عورتیں بسا اوقات اپنے بھائیوں سے اپنا شرعی حصہ قبضہ کئے بغیر اپنے بھائیوں کو بخش دیتی ہے جو کہ ٹھیک طریقہ نہیں اس لئے کہ اگر وارث کو اپنے حصے کا مالک نہ بنایا جائے تو معافی قبول نہیں۔ شرعی طریقہ یہ ہے کہ وارث کو اپنا حصہ میراث کا مالک بنایا جائے گا پھر اس حصہ میں تصرف اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ ہمارے پختون معاشرہ میں لکھے پڑھے لوگ بھی میراث میں عورتوں کا شرعی حصہ ادا نہیں کرتے جو کہ سراسر بے انصافی اور ظلم پر مبنی رویہ ہے۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے اور روز قیامت رسوائی اور ذلت کا باعث ہوگا۔ ہمارے معاشرے میں خواتین کو ان کا مقررہ شرعی حق

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

میراث نہیں دیا جاتا ہے۔ بسا اوقات مورث اپنی زندگی میں جہیز یا کسی تحفے کے طور پر بیٹیوں کو حصہ دیتے ہیں جو کہ شرعاً میراث نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ میراث کا مسئلہ مورث کی موت واقع ہونے کے بعد وجود میں آتا ہے۔ میراث کو شرعی قاعدوں کے مطابق تقسیم کرنے کے عمل کے لئے ایسی مؤثر قانون سازی کی ضرورت ہے جس کے ذریعے تقسیم میراث کو شرعی قاعدوں کے مطابق آسانی کے ساتھ قابل عمل بنایا جاسکیں۔ خیبر پختونخواہ میں ۲۰۱۲ء کو بنائے جانے والا قانون میراث ناقص ہے جس کا ابھی تک پختون سماج میں میراث سے محروم خواتین کی شنوائی نہیں کر سکا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ اپنے والدین کی کفالت یا ان پر دیگر اخراجات کرتے ہیں مگر پھر میراث میں اس کا حساب مانگتے ہیں جو کہ شرعاً غلط ہے۔

معاشرے کے مختلف بیوہ خواتین سے پوچھنے پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ بیوہ عورت میراث تو کیا اگر وہ اپنا کسی قسم کی معاشرتی اور معاشی حق مانگتی ہے تو میکے اور سسرال دونوں میں اسے ذہنی اور نفسیاتی اذیت سے دوچار کی جاتی ہے۔ ہمارے پختون سماج میں بیوہ عورت کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو خیرات اور صدقات دی جائے یا دلوائی جائے اور یا کسی این جی او (NGO) اور بیت المال سے ان کے ساتھ تعاون کروایا جائے۔ تاہم اسے اس کا جائز حق میراث یا اس کو جاب کرنے نہیں دیا جاتا کہ وہ جائز طریقے اپنے اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور کفالت کر سکیں۔

خلاصۃ البحث:

مذکورہ بالا بحث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ مؤرث کے موت واقع ہونے کے بعد میراث کا حکم جاری ہوتا ہے جس کو شرعی قاعدے کے مطابق وارثین میں تقسیم کرنا چاہیئے۔

۲۔ عورتوں، بیٹیوں اور دوسرے ورثاء کو میراث سے محروم کرنا درست نہیں ہے۔ ایسا کرنے پر قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ پچھلے اقوام اور مذاہب نے عورت کو کمتر سمجھ کر اسے حق ملکیت اور وراثت سے محروم کیا تھا۔

۳۔ ورثاء کو شریعت کے اصول کے موافق ترکہ میں سے حصہ دینا لازم ہے۔

۴۔ اپنے نافرمان اولاد کو میراث سے عاق کرنا شرعاً غلط طریقہ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵۔ اپنے زندگی میں اپنے مال کو اولاد کے درمیان تقسیم کرنا جائز ہے۔

۶۔ جو ورثاء اپنے حصہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی رضا و رغبت سے کچھ یا سارا کسی کو دینا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔

۷۔ اپنے ورثاء کے لئے کچھ چھوڑنا یہ بہتر ہے اس سے کہ اس کو ویسا ہی چھوڑا جائے۔

۸۔ مؤثر قانون سازی کی بدولت خواتین، بیوہ جات اور یتیموں کو حق میراث دلوایا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

[1]۔ابن منظور، لسان العرب (دار صادر، بیروت، ۱۹۹۴م)، ۲/ ۲۰۰

[2]۔ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار (دار الفکر- بیروت، الطبعہ: الثانیہ، ۱۹۹۲م)،۶/ ۷۵۷

[3]۔الجرجاني، کتاب التعریفات (دار الکتب العلمیۃ بیروت —۱۹۸۳م)،۱/ ۵۶

[4]۔علاء الدین محمد بن عمر، قرہ عین الأخیار (دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت —لبنان، س۔ن)،۷/ ۳۵۰

[5]۔سورۃ النساء۔۵/ ۱۱۔۱۴

[6]۔الدارمی، السنن (دالمغنی للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمہ، ۲۰۰۰م)،۱/ ۲۹۸

[7]۔ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار،۶/ ۷۵۸

[8]۔امام رازی، مفاتیح الغیب (داراحیاء التراث، بیروت، ۱۴۲۰ھ)،/۵۰۸

[9] سراج الدین محمد بن عبد الرشید، السراجی فی المیراث، مکتبۃ البشریٰ کراچی، س۔ن، ص۔۱۱

[10]۔الترمذی، السنن الترمذی، (دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸م)، ۳/ ۴۹۶، رقم الحدیث ۲۱۰۹

[11]۔لجنۃ من علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ، مجلۃ الاحکام العدلیہ، نور محمد کارخانہ آرام باغ، کراچی، ۱۹۹۳م، ص۔۲۸

[12]۔بخاری، صحیح البخاری (دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)،۸/ ۱۵۶، رقم الحدیث ۶۷۶۴

[13]۔شیبانی، مؤسسۃ الرسالہ (بیروت، ۲۰۰۱م)،۱۱/ ۲۴۵، رقم الحدیث ۶۶۶۴

[14] سجاوندی، السراجی فی المیراث، ص۔۵

[15] محمد عمیم الإحسان المجددي البرکتي (التعریفات الفقھیۃ، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ)،۱/ ۵۲

[16]۔سورۃ فاطر۔۳۵/ ۱۵

[17]۔سورۃ البقرۃ۔۲/ ۱۸۰

[18]۔آپ کا نام اشرف علی بن شیخ عبد الحق ہے۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ ہجری کو پیدا ہوئے۔ ۸۳ سال کی عمر میں ۱۶ رجب ۱۳۶۲ ہجری کو وفات ہوئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی (امداد الفتاوی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۲۰۱۰ء)، ۴/ ۳۶۴

[19]۔دار قطنی، السنن (مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۴م)،۵/ ۲۷۱، رقم الحدیث ۴۱۵۳،

[20]۔آپ عبداللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب اور نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہے۔۶۱۹ کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ ترجمان القرآن کے لقب سے مشہور ہیں۔۶۸۷ء میں وفات پائی۔ابن الاثیر، اسد الغابہ (تحقیق: عادل احمد الرفاعی، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ)

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

21۔ بخاری، صحیح البخاری (دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)، ۲/۴/۲، رقم الحدیث ۲۷۳۸

22۔ آپ عبداللہ بن عمر بن خطابؓ ہے۔ بچپن میں مسلمان ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ کے آثار کے نہایت متبع تھے۔ یہاں تک کہ سفر حج میں انہیں مقامات پر اترتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ اترا کرتے تھے اور اسی مقام پر نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے ۷۴ ہجری میں وفات ہوئے۔ ابن حجر، الاصابہ، ۵/ ۱۵۰

23۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، سطن)، ۲/ ۹۰۱، رقم الحدیث ۲۷۰۱

24۔ آپ جابر بن عبداللہ انصاریؓ ہیں۔ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اٹھارہ غزوات میں حصہ لیا۔ مسجد نبوی میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے ۱۵۴۰ مرویات ہیں۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے۔ ۹۴ سال کی عمر میں ۶۹۷ء کو وفات پائی۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، (دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۲م)، ۱/ ۶۵

25۔ سورۃ النساء۔ ۵/ ۷

26۔ آپ اوس بن ثابت بن المنذر بن حرام بدر اور عقبہ میں شریک ہوئے۔ آپ شداد بن اوس کے والد اور حسان بن ثابت کے بھائی تھے، غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ ابن اثیر، اسد الغابہ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴م)، ۱/ ۱۶۵

27۔ امام بغوی، معالم التنزیل (دار طیبہ للنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۷ء)، ۲/ ۱۷۲

28۔ آپ سعد بن ربیع بن عمر بن ابی زہیر بن مالک بن مری القیس خزرجی ہے۔ یوم عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے نقباء میں سے تھے بدری صحابی ہے اور جنگ اُحد میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان مواخات قائم کیا تھا۔ ابن حجر، العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ (دار الکتب العمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء)، ۳/ ۴۹

29۔ سورۃ النساء۔ ۵/ ۱۱

30۔ ثناء اللہ مظہری، تفسیر مظہری، (مکتبہ رشیدیہ، پاکستان، ۱۹۹۲م)، ۲/ ۲۲

31۔ آپ کا پورا نام محمود بن عبداللہ ہے۔ الوسی کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۸۰۲ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ مفسر، محدث اور مجدد ہے۔ ۱۸۵۴ء کو بغداد ہی میں وفات ہوئے۔ خیر الدین الزرکلی،، الاعلام (دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۲م)، ۷/ ۱۷۶

32۔ آلوسی، روح المعانی (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵م)، ۲/ ۴۲۶

33۔ قرطبی، (احکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۶۴م)، ۵/ ۵۵

34۔ سورۃ النساء۔ ۵/ ۱۳

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 | Jan-June 2021
DOI:

35۔ سورۃ النساء۔۵/ ۱۴

36۔ بخاری، صحیح البخاری، ۶/ ۴۳، رقم الحدیث ۴۵۷۷، اور مسلم، صحیح مسلم، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن)، ۳/ ۱۲۳۵، رقم الحدیث ۱۶۱۶

37۔ آپ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ نام کے سلسلے میں محدثین و مؤرخین کا اختلاف ہے۔ لیکن ایک جم غفیر کے نزدیک آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن صخر ہے۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہیں۔ ۶۷۹ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ابن عبدالبر (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب)، ۲/ ۶۹

38۔ جوزجانی، السنن، (دارالسلفیہ، ہند، ۱۹۸۲ء)، ۱، ۱۸۲۔ رقم الحدیث ۲۸۵

39۔ سید میاں اصغر حسین، (مفید الوارثین، مکتبۃ العلم، لاہور، سطن)، ص۔ ۱۲

40۔ دار قطنی، السنن، (مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۴ء)، ۵/ ۱۱۷

41۔ ابن نجیم، البحرالرائق (دارالکتاب الاسلامی، بیروت)، ۷/ ۲۸۸

42۔ ابن عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار (دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۲ء)، ۵/ ۶۹۶

43۔ آپ کا نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیمؒ ہیں۔ ابو عبداللہ کنیت ہے۔ امام المحدثین اور امیر المحدثین فی الحدیث کی لقب سے مشہور ہیں۔ ۸۱۰ء کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ تلامذہ میں امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ جیسے نامور محدثین شامل ہیں۔ ۷۹۰ء کو وفات پائی۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۲۳/ ۳۸۳، رقم الحدیث ۱۷۱

44۔ بخاری، صحیح البخاری، ۴/ ۳، رقم الحدیث ۲۷۴۲